طفیل میں اور اس کی برکت سے مغفرت فرمائے۔ (تاریخ اسلام جلد دوم ص)

اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ وصیت کے مطابق ضحاک بن قیس نے نمازہ جنازہ پڑھائی اور عرب کے اس مدبر اعظم کو دمشق کی خاک میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ انتقال کے وقت عمر ۷۸ سال اور مدت خلافت ۱۹ سال ۳ ماہ تھی۔

مذہبی خدمات۔ گو امیر معاویہؓ کا زمانہ خلفائے راشدین کے عہد کے مذہبی عہد کے مقابلہ میں بادشاہت کا دور تھا۔ تاہم ان کا زمانہ مذہبی خدمات سے خالی نہیں۔ اور وہ اپنی حکومت کے استحکام اور بقا کی کوششوں کے ساتھ مذہب کی ترقی اور اوامر و نواہی کے قیام و تبلیغ میں برابر کوشاں رہتے تھے۔

فضل و کمال۔ امیر معاویہؓ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے۔ اس لیے ان کو ایک سال سے زیادہ ذات نبویؐ سے خوشہ چینی کا موقع نہ ملا۔ لیکن آنحضرتؐ کی دعاؤں کا اثر ہونا ضروری تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا۔

۱۔ اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب (مسند احمد بن حنبل)

خدایا! معاویہ کو کتاب اللہ اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔

۲۔ اللھم اجعلہ ھادیا و مھدیا واھد بہ (ترمذی مناقب معاویہ)

خدایا! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے ذریعے سے ہدایت دے۔

ان کا ذوقِ علم بلند تھا۔ اس کی جستجو میں ہمیشہ کوشاں رہے اور علمی استفادہ میں کبھی عار محسوس نہ کرتے تھے اور اس سلسلہ میں اپنے مخالفین سے مسائل دریافت کرنے میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے سیر الصحابہ جلد ششم میں لکھا ہے کہ آپ بعض مسائل میں حضرت علیؓ کی طرف رجوع فرماتے تھے (۱۲۹)

حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی رائے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے مدبر اور سیاستدان تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جو کہ خود ایک ممتاز صحابی تھے، حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں فرماتے تھے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو امیر معاویہؓ سے بڑا سردار نہ پایا۔ کسی نے پوچھا اور ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ۔ جواب دیا۔ خدا کی قسم یہ لوگ امیر معاویہؓ سے بہتر تھے۔ لیکن امیر معاویہؓ میں سرداری ان سے زیادہ تھی (استیعاب)

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو ان کے شدید مخالف تھے، وہ بھی ان کے اس وصف کے معترف تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی کو امیر معاویہؓ سے زیادہ حکومت کے لیے موزوں نہیں پایا۔ (طبری)

ماخذ: سیر الصحابہ جلد ششم از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مطبع معارف پریس اعظم گڑھ ۔ تاریخ اسلام جلد دوم۔

تعارف و تبصرہ کتب

انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام
مؤلف — پروفیسر عبد الحمید صدیقی
ناشر — اسلامک پبلشنگ ہاؤس، شیش محل روڈ، لاہور
صفحات: ۲۲۲ — طباعت: آفسٹ
قیمت — ۱۲/۵۰ روپے

پروفیسر عبد الحمید صدیقی صاحب علمی و دینی حلقوں کے جانے پہچانے قلمکار ہیں۔ ان کے قلم سے ہزاروں صفحات نکل چکے ہیں اور ان کے فکر و نظر نے سوچنے کی راہیں متعین کی ہیں۔ پروفیسر صاحب کی اہم تالیفات میں سے ایک "انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام" ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن کئی سال پہلے شائع ہوا تھا اور اہلِ نظر نے اس کی پذیرائی کی تھی۔

زیرِ نظر تالیف کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ دنیا میں زندگی کے دو ہی نظام ہیں ایک وہ جسے حسّیت (SENSRTE) کا نام دیا جاتا ہے اور دوسرا اسلام۔ اشتراکیت، سرمایہ دارانہ جمہوریت اور فسطائیت، حسیّت کے مختلف روپ ہیں۔ پروفیسر صاحب نے مغربی تہذیب و تمدن اور افکار کا تجزیہ کرتے ہوئے مغربی اہلِ فکر سے استشہاد کیا ہے اور اس تہذیب کے ثمرات پر گفتگو کی ہے۔

موجودہ حالات کے پیشِ نظر پروفیسر صاحب نے ایک باب میں اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ پاکستان میں حسی فلسفۂ حیات کے لیے کیا کوششیں کی جا رہی ہیں اور ان کے کیا نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

کتاب اس قابل ہے کہ ہر صاحبِ نظر کے زیرِ مطالعہ رہے۔ اسلامیات اور سیاسیات کے طلبا کے لیے ازحد مفید ہے۔ کتاب کے آخر میں کتابیات کی عدم موجودگی ایک نقص ہے

سیرت حضرت ابوایوب انصاریؓ

مؤلف	طالب ہاشمی
ضخامت	۲۸۴ صفحات مجلد رنگین گرد پوش
کاغذ، کتابت، طباعت	عمدہ
قیمت	دس روپے
ناشر	قومی کتب خانہ (رجسٹرڈ) لاہور

سیدنا حضرت ابوایوب انصاریؓ کا شمار کبار صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ وہ آسمانِ فضائل کے مہر عالمتاب تھے۔ ہجرت نبویؐ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور پھر لیلۃ العقبہ میں سرورِ کونینؐ سے عہدِ وفا باندھا، ہجرت کے بعد چھ سات ماہ تک رحمتِ عالمؐ کی میزبانی کی سعادت حاصل کی۔ بدر سے تبوک تک تمام غزواتِ نبوی میں شریک ہوئے اور آخیر وقت تک جان و مال سے اسلام کی خدمت میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ وفات بھی میدانِ جہاد میں پائی۔ ان کا چمن اخلاق حبِ رسولؐ، شوقِ جہاد، شغفِ قرآن و حدیث، حق گوئی و بے باکی اور تفقہ فی الدین جیسے گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ تھا۔

مشہور مؤرخ اور سیرت نویس جناب طالب ہاشمی نے اس کتاب میں بڑی تلاش و تحقیق اور عقیدت کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے حالات، ان کے فضائل اور ان کے علمی کمالات بیان کیے ہیں۔ کتاب نہایت دلچسپ اور پر از معلومات ہے۔ زبان بڑی اثر انگیز اور شگفتہ ہے اور پیرایۂ بیان سلجھا ہوا ہے۔ حواشی میں بھی بہت سی اہم شخصیات کے مختصر لیکن جامع حالات درج کر دیے گئے ہیں جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

ادیب شہیر جناب نعیم صدیقی نے اس کتاب کا دیباچہ لکھا ہے جو بجائے خود بڑا اثر انگیز ہے۔ فاضل مؤلف اور ناشر اس کتاب کی تالیف اور اشاعت پر تحسین کے مستحق ہیں۔ یہ کتاب ہر مسلمان گھرانے میں پڑھنے پڑھانے کے لائق ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کے حالات پڑھ کر اسلام سے محبت اور اپنی زندگی سنوارنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

(امین ہاشمی)

(۴)

ہفت روزہ "المنبر" فیصل شہید نمبر

ضخامت ۲۰۰ صفحات

کتابت و کاغذ ــــ عمدہ طباعت ــــ آفسٹ

ناشر ادارہ ہفت روزہ المنبر۔ لائلپور

قیمت پانچ روپے

جلالۃ الملک شاہ فیصل شہید دورِ حاضر میں عالمِ اسلام کی ایک سرآمد روزگار ہمہ پہلو شخصیت تھے وہ گوناگوں محاسنِ اخلاق کا پیکرِ جمیل تھے اور "سلاطینِ درویش خو" کی سلکِ مروارید کا ایک دُرِ بے بہا تھے۔ ان کے سینے میں ایک مردِ مومن کا دل دھڑکتا تھا۔ دنیا کے کسی گوشے میں بھی مسلمانوں پر ابتلا آئے، شاہ فیصل شہید تڑپ اٹھتے تھے اور دامے درمے، قدمے سخنے اپنے مظلوم اور مصیبت زدہ مسلمان بھائیوں کی امداد کے لیے جو کچھ بھی ان کے بس میں ہوتا، کر گزرتے تھے۔ وہ عالمِ اسلامی کے اتحاد کے سب سے بڑے علمبردار تھے اور اسلام کی سربلندی کے لیے ہر وقت مصروفِ عمل رہتے تھے۔ انھوں نے اپنے تمام خدا داد وسائل سعودی عرب اور دوسرے ممالکِ اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر رکھے تھے۔ پاسبانِ حرم ہونے کی حیثیت سے انھوں نے وادیٔ غیر ذی زرع کی دینی و دنیوی ترقی اور حرمین شریفین کی عماراتِ مقدسہ کو نیا روپ دینے کے لیے جس والہانہ ذوق و شوق سے مسلسل کام کیا اس نے انھیں "شہرتِ عام اور بقائے دوام" کے دربار میں نہایت ممتاز مقام عطا کر دیا۔ ادارہ المنبر ہدیہ تحسین کا مستحق ہے کہ اس نے عالمِ اسلام کے اس عظیم محسن کی یاد میں یہ مہتم بالشان نمبر شائع کیا ہے۔ اس نمبر کے دو حصے ہیں، حصہ اردو ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اور حصہ عربی ۶۰ صفحات پر۔ دونوں حصوں میں شاہ فیصل شہید کی مثالی سیرت اور کردار کے ہر پہلو پر نہایت معلومات افزا مضامین درج ہیں۔ مضمون نگاروں میں مولانا عبد الغفار حسن، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا سید محمد جعفر پھلواری، مولانا عبد السلام بستوی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، جناب اقبال احمد صدیقی، مولانا عتیق الرحمان سنبھلی اور جناب محمد سلیم اختر جیسے مشاہیر علماء و ادباء شامل ہیں اس خصوصی اشاعت میں استاذ خالد حمدان ثقافتی اتاشی سعودی عرب مقیم لاہور کا خصوصی انٹرویو شاہ شہید کی سیرت کے بعض ایسے درخشندہ پہلوؤں کو سامنے لاتا ہے۔ جو عام طور پر لوگوں کی نظر

مطالعہ سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور دل میں خدمتِ اسلام کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ اس نمبر کے مرتب المنبر کے رئیس التحریر مولانا عبدالرحیم اشرف ملک کی ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کے شب و روز خدمتِ دین کے لیے وقف کر رکھے ہیں۔ اس نمبر کی اشاعت کے پس پردہ بھی خدمتِ دین ہی کا جذبہ ہے۔ کیا عجب کہ یہ خصوصی اشاعت یا ان کی اسی قسم کی دوسری کاوشیں ان کے لیے آخرت میں مغفرت کا پروانہ بن جائیں (ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دینِ حق کے لیے ان کی خدمات کو قبول فرمائے) ہم اپنے قارئین سے "المنبر" کے فیصل شہید نمبر کے مطالعہ کی پر زور سفارش کرتے ہیں۔

پانچ روپے قیمت میں یہ بیش بہا تحفہ بے حد ارزاں ہے۔ (ادارہ)

(۳)

نام کتاب — کتاب الاذان

مؤلف — مولانا عبدالقادر حصاری مدظلہ

صفحات — ۲۸۰

قیمت — سات روپے پچاس پیسے

پتہ — مکتبہ دارالحدیث۔ راجووال۔ ضلع ساہیوال

مولانا حصاری کی یہ کتاب انتہائی جامع، علمی، تحقیقی اور خاصی فکر انگیز ہے۔ اس میں اذان کے ہر پہلو پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، اور اس سلسلے کے بعض ایسے پہلو بھی سامنے آگئے ہیں، جو خاصے بصیرت افروز ہیں۔

اذان کے متعلقات پڑھ کر ہر قاری یہ محسوس کرنے لگ جاتا ہے کہ: کاش! میں بھی مؤذن ہوتا اور یہ سعادت مجھے بھی خدا نصیب کرتا۔ کتاب کے بعض مقامات تو اس قدر وجد آفرین ہیں کہ پڑھ کر انسان خدا کے حضور توبہ کے لیے سجدے میں گر جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کے ساتھ دارالحدیث راجووال کے بانیوں کو بھی اجرِ جزیل عنایت کرے جو اس قسم کی دینی اور علمی کتابوں کی اشاعت کے لیے توجہ دے رہے ہیں۔ ہر مسجد میں اس کتاب کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ نمازی اسے پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ رکھ سکیں۔ اور ضروری مسائل کے سلسلے میں اس کی طرف رجوع کر سکیں۔

کتابت کے بعد غالباً تصحیح کی طرف کم توجہ دی گئی ہے، اس لیے بعض جگہ حاشی و رورں ...
بعض جزوی مسائل میں ان سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، تاہم مجموعی لحاظ سے کتاب قابلِ مطالعہ
اور محققانہ ہے۔

(۵)

مولانا مودودی کے غلط نظریات معہ ضمیمہ — کریم الدین ریٹائرڈ انجینئر

صفحات — ۸۰

قیمت — ۲/ روپے

ملنے کا پتہ — جاوید اکیڈمی (گوشۂ عافیت) جہلیک۔ ملتان

کتاب کا موضوع کتاب کے نام سے ظاہر ہے، مصنف کو مولانا مودودی کی تعبیرِ دین سے اختلاف ہے بلکہ شکایت ہے۔ مولانا مودودی نے کہیں یہ تحریر فرما دیا ہے کہ:

"دین کا حقیقی مقصود" حکومتِ صالحہ کا قیام ہے، جس کے لیے جہاد پر زور دیا گیا ہے اور نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کو اس کے لئے ٹریننگ کورس کی حیثیت حاصل ہے۔

ناقد موصوف اس پر لکھتے ہیں کہ:

مگر تعجب ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا قرآن نازل فرمایا مگر اس مقصودِ حقیقی کا کہیں ذکر تک نہیں کیا اور نہ یہ مقصود مولانا مودودی کے علاوہ گزشتہ تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال میں اکابرِ دین میں سے کسی کے ذہن میں آیا۔ چونکہ ہر مسلمان کو اس بنیادی چیز پر غور کرنا چاہیے۔ پس یہ مضمون علم ضرورت کا بھی ہے۔

سہ ایک داعی کو اپنی دعوت میں زور اور اعتماد پیدا کرنے کیلئے مبالغہ آمیز پیرایہ بیان اختیار کرنے سے تو نہیں روکا جا سکتا لیکن ایک بات کی اہمیت کیلئے اسے مقصودِ حقیقی کے طور پر بیان کرنے کی اجازت نہ تو کتاب و سنت میں ملتی ہے اور نہ ہی اللہ کی کلام یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرایۂ بیان سے کوئی ایسی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ اگر امت میں حکومتِ صالحہ کے قیام کے بارے میں تفریط کی وجہ سے اس کی اہمیت واضح کرنے کی ضرورت ہے تو کیا یہ ضروری ہے کہ اسے ہی اقامتِ دین یا مقصودِ حقیقی کے الفاظ سے پیش کر کے افراط کی راہ اختیار کی جائے کیونکہ یہ بھی دین کا دوسری جانب سے غالباً تصور ہی ہوگا۔

ہماری رائے میں محترم تبصرہ نگار تحریک جماعت اسلامی سے اپنی ذہنی وابستگی کی بنا پر ان الفاظ کو پیرایہ بیان کی مجبوری قرار دینے میں حق بجانب نہیں ہیں جبکہ ناقد موصوف کا کئی جگہ اپنے اکابر کے فکر کو بطورِ معیار پیش کرنا بھی کھٹکتا ہے۔ حالانکہ حق و باطل کا اصل معیار کتاب و سنت ہیں (مدیر)

ناقد موصوف جیسے بزرگوں کی شکایت اور اجنبیت کی وجہ یہ بھی ہے کہ جہانبانی اور مسلمانی کے ارتباط پر اصرار ان کی بزرگانہ مسلمانی کے اعتبار سے دنیاداری ہے، اگر کوئی مصلح اس طرف دعوت دیتا ہے تو ان کو یہ بات جلدی سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر ان کو یہ بات سمجھ میں آ جاتی کہ حکومتِ صالحہ کے قیام پر اصرار کرنے کی غرض یہ ہے کہ ملت کے افراد کی زندگیوں اور ملک کے در و دیوار سے مسلمانی جھلکنے لگے تو اس ہمہ گیر عبادت اور عبودیت کے تصور پر وہ جھومنے لگ جاتے۔ مگر کیا کیا جائے کہ جو ہنر ہے وہ عیب بن گیا ہے اور جو عیب ہے اسے ہنر گردانا جا رہا ہے۔

مصنف نے مولانا کی جو بات نقل کی ہے وہ دراصل ایک پیرایۂ بیان ہے جو وقت اور حالات کے مطابق عموماً اختیار کیا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں ایسے نمونے مل سکتے ہیں، جن سے غرض پیش آمدہ صورتِ حال کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہوتا ہے یہی کچھ یہاں ہوا ہے۔

کوتاہی دراصل یہ عام ہو گئی تھی کہ نماز روزہ جیسی مبارک عبادات پر کاربند رہ کر انسان نے اقامتِ دین اور حکومتِ صالحہ کے قیام سے اپنے آپ کو فارغ تصور کر لیا تھا۔ اس مرحلہ پر مولانا نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ: آپ کی دینداری اگر اقامتِ دین کے فریضہ سے غافل ہو چکی ہے تو پھر وہ عبادت کیا اور وہ نماز کیسی؟ نماز ایک عبادت ہے، عبادت خدا کی سچی غلامی کا نام ہے، وہ غلام ہی کیا جو آقا کے حضور مؤدب کھڑا تو ہو جائے مگر آقا کی مرضی اور خوشی کی پروا نہ کرے اور ان تمام مناظر کو دیکھ کر چپ ہو رہے جو آقا کو قطعاً پسند نہیں ہیں۔ اس لیے ان مبارک لوگوں کو جھنجھوڑتے ہوئے بتایا کہ:

آپ کی عبادات کو اس قابل ہونا چاہیے تھا کہ آپ اقامتِ دین کر سکتے، کتاب و سنت کا سکہ جاری ہوتا اور ایک ایسی حکومتِ صالحہ وجود میں آ جاتی جو ملکی فضاؤں کو مسلمان رکھ سکتی۔

فرمائیے! اگر وہ اس حقیقتِ کبریٰ کے اتمام کے لیے ایک نمازی اور غازی کو ان کی نمازوں اور حرب و ضرب کی جھنکاروں کا واسطہ دے کر اس طرف توجہ دلاتے ہوئے مندرجہ بالا پیرایۂ بیان اختیار فرماتے ہیں تو کیا برا کرتے ہیں؟

مولانا مودودی کے سلسلے میں سب سے بڑی زیادتی یہ روا رکھی جا رہی ہے کہ ان کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش تو نہیں کی جاتی لیکن ان کی عبارتوں کا حلیہ بگاڑ کر ان کو بدنام کرنے پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ دوسرا یہ کہ: مولانا موصوف دورِ حاضر میں جس پروگرام کو لے کر اٹھے ہیں، اس کے سیاق

وسباق

"دین" کا ایک فریضہ ہے، جس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے انھوں نے اپنی ساری توانائیاں کھپا دی ہیں۔ اب اس مرحلے پر جو لوگ ان کی ان مساعی جمیلہ پر کسی بھی درجہ میں اثر انداز ہوتے ہیں وہ ہزار نیک نیتی کے باوجود وہاں پہنچ جاتے ہیں، جہاں شاہ شہید اور سید احمد شہید کے نیک نیت مخالف پہنچے تھے اور جتنا اور جیسا کچھ اس تحریک کو نقصان پہنچانے کے مرتکب ہوئے تھے یہ لوگ بھی اس سے مختلف کمائی نہیں کر سکیں گے۔ ہاں مولانا کے افکار کے سلسلے میں علمی گفتگو کے لیے گنجائش باقی ہے مگر اس کو رسہ کشی کا رنگ دے کر اقامتِ دین کی تحریک پر بوجھ بننے کے سامان کرنا دینی حکمتِ عملی کے خلاف ہے۔ (عزیز زبیدی)

ے دین کا مقصودِ حقیقی یا حقیقتِ کبریٰ یا اقامتِ دین سے مراد صرف حکومتِ صالحہ کا قیام لینا واقعی فکر کی کجی ہے کیونکہ حکومتِ صالحہ اپنی اہمیت کے باوصف اقامتِ دین کا ایک شعبہ ہی ہے نہ کہ مقصودِ حقیقی۔ یہ تو درست ہے کہ اس کے بغیر دین کا تصور ناقص ہے لیکن اسے حقیقتِ کبریٰ یا مقصودِ حقیقی قرار دینا زیادتی ہے۔ پھر یہ شعبہ "سیاستِ مُدُن" معاملات کے باب سے ہے۔ دینی زندگی میں اس کی اہمیت جو کچھ بھی ہے تسلیم ہے لیکن معاملات کے بارے میں یہ بات واضح ہے کہ ان کی اپنی اہمیت اصل مقصدِ حیات "عبدیتِ حق" کے تعلق سے ہے جو انس و جن کا قرآنی نقطۂ نظر سے مقصودِ حقیقی ہے۔ خود معاملات مقصدِ حیات نہیں ہیں بلکہ حصولِ مقصد کا ذریعہ ہیں البتہ ان کی درستگی کے بغیر تکمیلِ مقصد ممکن نہیں۔

ہماری رائے میں دین کا اصل مقصود نہ تو حکومتِ صالحہ ہے اور نہ ہی نماز روزہ وغیرہ بلکہ بندگیٔ الٰہ الحق ہے جو دونوں کی روح ہے۔

اگر نماز روزہ زکوٰۃ بھی اس سے خالی ہوں تو وہ صرف ایک حرکت، فاقہ اور ضیاعِ مال ہیں۔ اگرچہ نماز روزہ وغیرہ فرمانِ نبوی صلعم کی رو سے سارے دین کی بنیاد ہیں۔ ارشاد ہے: بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ" الحدیث (متفق علیہ)

اس بنیاد کے درست ہونے سے یہ فائدہ ضرور مرتب ہوگا کہ بندہ خدا رب العالمین کی تکوینی حاکمیت کے تابع، اپنے ادنیٰ اختیار سے اللہ احکم الحاکمین کی تشریعی حاکمیت کے لئے کوشاں ہوگا۔ لیکن تشریعی حاکمیت سے مراد صرف خدائی اقتدار یا حکومتِ الٰہیہ نہیں ہے بلکہ شرعی احکام کی تعمیل ہے جن میں نماز روزہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے وہ ذریعہ نہیں بلکہ بنیادِ اسلام ہیں، خود بھی اسلام ہیں اور ساری اسلامی زندگی کی تعمیر بھی انہی پر ہے۔ یہ جس طرح جملہ عبادات کی بنیاد ہیں اسی طرح معاملات کے تمام شعبوں کی بھی بنیاد ہیں۔ چونکہ ان میں تعلق باللہ کی حیثیت مقدم ہے اس لئے یہ سارے اسلام کی بنیاد ہیں۔ لیکن معاملات میں کوتاہی ان بنیادی چیزوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ یعنی نماز، نماز تو رہ جاتی ہے لیکن عبدیتِ حق کی روح سے خالی! قرآن میں ہے:

"فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون، الذین ھم یراءون ویمنعون الماعون" (الماعون)

کہ ان نمازیوں کے لئے بھی ویل ہے جو حسنِ معاملت میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔"

.. لیکن یہ بھی غلط فہمی ہوگی کہ حسنِ معاملت ہی عبودیتِ حق کی جگہ لے لے اور مقصودِ حیات بن جائے۔ وللتفصیل مقام آخر۔ (مدیر)

حضرت امیر معاویہ رضؓ

(یہ مضمون صرف ان چند باتوں پر مشتمل ہے جو عام مشہور ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کے سلسلے میں ابھی کوئی خاص کام نہیں ہوا۔ ان کے مبارک سوانح کا تذکرہ ابھی امت کے سر پر ایک قرض ہے۔ ابھی تک انہیں یزید کے والد اور بنو امیہ کے ایک تاجدار کے طور پر پیش کیا گیا ہے، اس لیے لکھنے والے عموماً اس خود ساختہ خاکہ میں رنگ بھرتے بھرتے کھپ گئے ہیں۔ ان کی زندگی کا خاندانی پہلو، اسلام سے پہلے کی زندگی، اسلام کے بعد کے حالات، ان کی علمی اور فکری بلندی، سیاسی بصیرت، فقہی مقام، دینی، علمی، تاریخی اور سماجی نوعیت کی خدمات، ان کے خصوصی نظریات، حضرت علیؓ سے ان کے اختلافات کا پس منظر، یزید کے سلسلے میں ان کی مساعی کے اسباب و علل کا تجزیہ، ان کا نظام حکومت، صحابہ، اہل بیت اور ازواج مطہرات کے سلسلے میں ان کی حکمت عملی جیسے ابواب پر کام کرنے کی ابھی اشد ضرورت ہے۔ خالی الذہن ہو کر کام کیا جائے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشخص کیے جا سکتے ہیں۔ ورنہ جیسا کچھ ان پر کام کیا جا رہا ہے یا کیا گیا ہے اس سے شکوے ابھرے ہیں یا معذرتیں۔ حضرت امیر معاویہ رضؓ بہر حال سامنے نہیں آنے پائے۔ (عزیز زبیدی)

حضرت امیر معاویہؓ خاندان بنو امیہ کے چشم و چراغ تھے۔ بنو امیہ کا خاندان زمانہ جاہلیت میں قریش میں بہت ممتاز تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ حضرت ابوسفیانؓ کے بیٹے تھے۔ ابوسفیان اپنے وقت کی معزز ترین شخصیت تھے۔ آغازِ بعثت سے فتح مکہ تک اسلام کے سخت دشمن اور مخالف رہے۔ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے۔ جب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کی اسلام دشمنی زوروں پر تھی۔ اور ان کی یہ اسلام دشمنی صرف مکہ تک ہی محدود نہ تھی بلکہ بیرون ملک بھی اس کے اثرات موجود تھے۔

حضرت ابوسفیانؓ اور امیر معاویہؓ کا اسلام لانا: فتح مکہ کے دن ابوسفیانؓ مسلمان ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ امیر معاویہؓ بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔ بدر و احد میں ابوسفیانؓ کفار کی طرف سے پیش پیش تھے مگر ان دونوں جنگوں میں امیر معاویہؓ کی شرکت تاریخ سے ثابت نہیں۔